مواعظ اختر

نمبر ۴۴

اہلِ علم اور تزکیۂ نفس کی اہمیت



شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com



اہلِ علم اور تزکیۂ نفس کی اہمیت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی
www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے ۔ بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے ۔ جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جُملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: اہلِ علم اور تزکیۂ نفس کی اہمیت

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج الملّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: پیر، ۲۰؍شعبان ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۰؍اپریل ۱۹۸۷ء

مقام: بڑا کٹرا، مدرسہ ڈھاکہ، بنگلہ دیش

موضوع: حدیث پاک کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ...... الخ کی شرح ختم بخاری شریف کے موقع پر بیان

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادم خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات — **صفحہ نمبر**



اہلِ علم اور تزکیۂ نفس کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

(صحیحُ البخاری، کتابُ التوحید، ج:۲،ص:۱۱۲۹)

یہ بخاری شریف کی سب سے آخری حدیث ہے جبکہ سب سے پہلی حدیث جس کے راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اُس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ))

(صحیح البخاری، فی باب کیف کان بدء الوحی، ج:۱،ص:۲، قدیمی)

اعمال کی قبولیت اور اعمال پر اجر وثواب کا مدار اخلاص نیت پر ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا ماجد علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھی تھی اور مولانا ماجد علی نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھی تھی اور اس حدیث کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ نیات نیت کی جمع ہے اور نیت نوات سے ہے، جیسے کہتے ہیں کہ اَکَلْتُ التَّمْرَۃَ وَ لَفَظْتُ النَّوَاۃَ تو نوات کے معنی گٹھلی کے ہیں، جیسی گٹھلی ہوگی ویسا ہی درخت لگے گا، اگر نیم کی گٹھلی ہے تو آم کا درخت نہیں لگے گا لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کے لئے علم دین پڑھنا ہے، اللہ کے لئے وعظ بیان کرنا ہے، اللہ کے لئے مدرسوں میں پڑھانا ہے، اللہ کے لئے ذکر و تسبیح اور عبادت کرنا ہے تو اللہ کے یہاں وہ قبول ہوگا اور اگر دنیا کے

لئے کیا ہے تو وہ مہاجرِ ام قیس ہوگا اور اللہ ورسول کے یہاں اس کا کوئی مقام نہ ہوگا، یہ دنیا کی لیلیٰ کے رجسٹر میں تو درج ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا نام ونشان بھی نہ ہوگا۔ اس لئے حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی ابتدا میں جو بنیادی چیز ہے جس کے بغیر اعمال قبول ہی نہیں ہوتے وہ نیت کا درست ہونا ہے، ورنہ شہید نے شہادت میں اپنی گردن کٹادی اور سخی نے مال خرچ کیا اور قاری نے کتنے وعظ وقراءت کی لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے تینوں کے تینوں جہنم میں داخل ہوجائیں گے۔

اعمال سے زیادہ حصولِ اخلاص میں محنت کرو

اس لئے دوستو! جتنی محنت ہم اعمال پر کرتے ہیں اس سے زیادہ محنت ہمیں اخلاص پر کرنی چاہیے ورنہ نہ خون قبول ہوگا نہ پسینہ قبول ہوگا اور ہمارے ایام ضائع ہوجائیں گے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلَیْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ۔۔۔۔ لِاَنْ یُّقَالَ: جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ۔۔۔۔ لِیُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِیْلَ۔۔۔ لِیُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِهٖ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ

(مسلم شریف ج ۲، ص ۱۴۰، کتاب الامارۃ۔ (قدیمی))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ریا پر حدیث روایت کی ہے کہ شہید نے دکھاوے کے لئے اپنی گردن کٹائی تھی، دنیا میں اس کی شہادت ہوئی، گردن کٹ گئی، خون بہہ گیا لیکن اللہ کے یہاں قطرہ بھی قبول نہیں ہوا۔ عالم ساری زندگی وعظ کہتا رہا لیکن اللہ کے یہاں قبول نہ ہونے کی وجہ سے جہنم میں گیا، سخی نے

مساجد و مدرسوں میں بہت مال خرچ کیا لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھی قبول نہ ہوا۔ اس لئے ہمارے اکابر نے اس حدیث کے ذیل میں فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اُمت پر بہت بڑا احسان ہے کہ پہلی حدیث ہی ایسی اختیار فرمائی، اسی سے ابتدا فرمائی تا کہ طلبۂ کرام میں، اساتذۂ کرام میں، مہتمم صاحبان میں، واعظین کرام میں اور مشائخ عظام میں ہر ایک میں اخلاصِ نیت ہو، نیت خالص اللہ کے لئے ہو، دل کو ٹٹول لو کہ یہ کام ہم نے اللہ کے لئے کیا ہے یا نہیں۔ اور اخلاص میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شروع ہی سے اخلاص نہیں ہوتا، شروع ہی سے وہ دنیا سمیٹنے کے لئے کام کرتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اخلاص سے عبادت شروع کرتا ہے مگر دورانِ عبادت ریا کاری آجاتی ہے، جب دیکھا کہ کوئی دولت مند آگیا تو رکوع میں جو تین دفعہ سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡعَظِیۡمِ کہتا تھا اب سات دفعہ کہتا ہے تا کہ سیٹھ سمجھے کہ یہ تو بہت بڑے اللہ والے ہیں، اس کے بعد مدرسہ کے لئے بڑا چیک دے دیں گے۔ تو یہ شیطان نے درمیانِ عبادت ڈاکہ مارا اور کبھی ڈاکہ پڑتا ہے مستقبل میں یعنی ماضی میں اخلاصِ نیت کے ساتھ عبادت شروع کی تھی اور حالتِ عبادت میں بھی اخلاص تھا لیکن مستقبل میں اس پر ڈاکہ پڑ گیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کے یہاں مہمان آئے تو اس نے اپنے نوکر سے کہا کہ مہمانوں کو اس صراحی سے پانی پلاؤ جو ہم دوسرے حج سے لائے تھے۔ تو حضرت تھانوی نے فرمایا کہ اس ظالم نے دونوں حج ایک جملہ سے ضائع کر دیئے، سارا پیسہ، پرانے زمانے کی اونٹ کی سواری کی مشقت، طواف، عرفات، منیٰ اور مزدلفہ ساری محنتیں اس نے ضائع کر دیں۔ تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماضی میں نیت صاف ہو مگر مستقبل میں ڈاکہ پڑ جائے۔

صحبتِ اہل اللہ اخلاص والی عبادت سے افضل ہے

اسی لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

یک زمانے صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

تھوڑی دیر اللہ والوں کی صحبت سو برس کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے کیونکہ بغیر اللہ والوں کی صحبت کے اخلاص آ ہی نہیں سکتا، اہل اللہ کی جوتیاں اٹھائے بغیر اخلاص نہیں ملتا، اخلاص کی دولت اہل اللہ ہی کی صحبتوں سے عطا ہوتی ہے، جب تک کہ آفتاب نظر نہ آئے آدمی ستاروں سے نظر نہیں ہٹاتا، جب تک شیر سے دوستی نہ ہو لومڑیوں کا رعب رہتا ہے۔

صاحبِ نسبت طالبِ دنیا نہیں ہوتا

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب دل میں اللہ کی نسبت عطا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے تعلق مع اللہ کی عظیم الشان دولت دل میں آتی ہے تو ساری دنیا نگاہوں سے گر جاتی ہے، پھر نہ سیٹھ یاد آتا ہے نہ دولت مند، نہ وزیر اعظم نہ بادشاہ لہٰذا فرماتے ہیں۔

یہ کون آیا کہ دھیمی پڑ گئی لو شمع محفل کی
پتنگوں کے عوض اڑنے لگیں چنگاریاں دل کی

اور۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے

جب سورج نکلتا ہے تو سب تارے چھپ جاتے ہیں، جب دل میں اللہ آتا ہے تو بادشاہوں کے تخت و تاج نیلام ہوتے نظر آتے ہیں، دل میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ ایک اللہ والے کے پاس ایک بادشاہ ملنے آیا، ان کا خادم

گھبرا گیا کیونکہ وہ ابھی صاحبِ نسبت نہیں ہوا تھا، مبتدی تھا، اس نے گھبرا کر کہا کہ حضور! حضور! بادشاہ آیا ہے، فرمایا لاحول ولاقوۃ تم اتنا گھبرا گئے کہ میں سمجھا کہ تم کو میری گدڑی میں بڑی سی جوں مل گئی ہے۔ تو میرے دوستو! خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

جب سورج نکلتا ہے تو سب ستارے چھپ جاتے ہیں، جب اللہ دل میں آتا ہے تو ساری کائنات نگاہوں سے گر جاتی ہے، پوری کائنات میں اس کو اللہ ہی نظر آتا ہے، جو صاحبِ نسبت ہوتا ہے اس کی نگاہوں سے اللہ کے سوا سب گر جاتے ہیں۔

صحبتِ اہل اللہ کا سو برس کی عبادت سے افضل ہونے کی وجہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اہل اللہ کی صحبت سو برس کی اخلاص کی عبادت سے اس لئے افضل ہے کہ شیطان کو لاکھوں سال کی عبادت کے باوجود مردودیت سے ضمانت حاصل نہیں ہوئی لیکن جو اللہ والوں کی صحبت میں اخلاص کے ساتھ رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو مردود ہونے سے بچا لیتے ہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ:

((مَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ))

(صحیحُ البخاری، (قدیمی) کتابُ الایمان، باب من کرہ ان یعود فی الکفر، ج:۱، ص:۸)

جو اللہ کے لئے محبت کرتا ہے وہ حلاوتِ ایمانی پا جاتا ہے کیونکہ اللہ والوں سے اللہ ہی کے لیے محبت ہوتی ہے لہٰذا حلاوتِ ایمانی دل میں اتر جاتی ہے۔

ملّاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

وَقَدْ وَرَدَ اَنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ اِذَا دَخَلَتْ قَلْبًا لَّا تَخْرُجُ مِنْہُ اَبَدًا

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الایمان، ج۱، ص۱۴۱۔ مکتبہ رشیدیہ)

جب دل میں حلاوتِ ایمانی عطا ہوتی ہے تو یہ عطائے شاہی ہے، شاہ کا کرم ہے

اور کریم بادشاہ کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا، لہٰذا فرماتے ہیں کہ ایمانی مٹھاس جب دل میں اُتر جاتی ہے تو واپس نہیں لی جاتی۔ اور ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فَفِیْہِ اِشَارَۃٌ اِلٰی بَشَارَۃِ حُسْنِ الْخَاتِمَۃِ لَہٗ اس میں حسنِ خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔

اخلاصِ نیت کی تعلیم

تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اخلاصِ نیت کی تعلیم پہلی حدیث میں اور ذکر کی تعلیم آخری حدیث میں لائے ہیں اور آخری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے شروع کیا یعنی امیر المومنین سے، تاجِ خلافت سے روایت شروع کی اور تاجِ دُرویشی پر ختم کی تاکہ ہمارے طلبہ کو ہر وقت خلافت ہی کی دوڑ دھوپ یعنی بادشاہ بننے کی فکر نہ ہو جائے بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ پر پتھر باندھنا بھی ان کو آجائے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرح مدینہ منورہ میں آٹھ سو طلبہ کو پڑھانا بھی ان کو آجائے اور ساری زندگی درس و تدریس کے لیے وقف کرنا بھی ان کو آجائے۔ یہ شان تھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی فہم کو داد دینی چاہیے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے شروع کیا اور ایک درویش اور چبوترۂ صُفّہ کے طالبِ علم جو بھوک اور فاقہ سے بے ہوش ہو جایا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی لالچ میں ہر وقت ساتھ ساتھ چپکے رہتے تھے، صاحبِ مرقاۃ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَسْلَمَ عَامَ خَیْبَرَ وَشَھِدَھَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَزِمَہٗ وَوَاظَبَ عَلَیْہِ رَاغِبًا فِی الْعِلْمِ رَاضِیًا بِشِبْعِ بَطْنِہٖ وَکَانَ یَدُوْرُ مَعَہٗ حَیْثُمَا دَارَ

(مرقاۃ المفاتیح، ج۱، ص۱۳۳۔ مکتبہ رشیدیہ)

صرف پیٹ کی روٹی پر راضی رہتے ہوئے علم دین اور صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ہر وقت حاضر باش رہتے تھے، ایسے مسکین طالبِ علم، ابو ہریرہؓ کی

روایت پر ختم کیا تا کہ غریب طالبِ علموں کی دل شکنی نہ ہو، تا کہ ان کو یہ احساس نہ ہو کہ ہم تو امیر المومنین نہیں ہیں۔ اس لیے آخر میں ایسے شخص کی روایت پیش کی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام سے نوازا تھا کہ وہ مدینہ منورہ میں پانچ ہزار تین سو چونسٹھ احادیث پڑھایا کرتے تھے۔ تو آخر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے طلبہ کو نصیحت کر دی کہ اپنی زندگی کو درس وتدریس میں لگانا اور آخری حدیث ذکر کی اس لیے لائے تا کہ ایسا نہ ہو کہ علماء ذکر سے غافل ہو جائیں، بخاری شریف تو پڑھیں اور پڑھائیں لیکن اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو جائیں۔

شانِ رحمتِ الٰہیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ،

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وَقَوْلُهٗ حَبِيْبَتَانِ اَیْ مَحْبُوْبَتَانِ وَخَصَّ لَفْظَ الرَّحْمٰنِ بِالذِّكْرِ لِاَنَّ الْمَقْصُوْدَ بَيَانُ سِعَةِ رَحْمَةِ اللهِ تَعَالٰى عَلٰى عِبَادِهٖ حَيْثُ يُجَازِیْ عَلَى الْعَمَلِ الْقَلِيْلِ بِالثَّوَابِ الْكَثِيْرِ۔

(فتح الباری، ج۱۴، ص۴۵۸۔ دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت)

حَبِيْبَتَانِ کے معنی مَحْبُوْبَتَانِ کے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ننانوے (۹۹) نام بتائے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھانوے (۹۸) ناموں سے صرفِ نظر فرما کر یہاں صرف رحمٰن ہی کیوں فرمایا؟ اٹھانوے ناموں میں سے کوئی اور نام کیوں اختیار نہیں فرمایا؟ تو اس کا جواب فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کو بیان کرنا تھا کہ یہ کلمے زبان پر تو ہلکے پھلکے ہیں لیکن ترازو میں نہایت وزنی ہو جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت کی وجہ سے ہوگا، ضابطہ کی وجہ سے نہیں ہوگا۔

اَلتَّوَّابُ کے بعد اَلرَّحِیْمُ نازل ہونے کا راز

جیسا کہ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آیت:

﴿اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ○﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۳۷)

میں توّاب کے بعد رحیم کیوں نازل فرمایا؟ اپنے ننانوے (۹۹) ناموں میں سے اور ناموں کو کیوں نازل نہیں فرمایا؟ علامہ آلوسی اس کا جواب دیتے ہیں

وَقِیْلَ فِیْ ذِکْرِ الرَّحِیْمِ بَعْدَہٗ اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ قُبُوْلَ التَّوْبَۃِ لَیْسَ عَلٰی سَبِیْلِ الْوُجُوْبِ کَمَا زَعَمَتِ الْمُعْتَزِلَۃُ بَلْ عَلٰی سَبِیْلِ التَّرَحُّمِ وَالتَّفَضُّلِ

(روح المعانی، ج۱، ص ۳۲۲، مکتبہ رشیدیہ)

کہ اللہ کے علم میں تھا کہ مستقبل میں فرقۂ معتزلہ کے نام سے ایک مردود فرقہ پیدا ہونے والا ہے جو یہ کہے گا کہ توبہ کرنے کے بعد ضابطے کے طور پر اللہ کے ذمہ توبہ قبول کرنا واجب ہوجاتا ہے، لہٰذا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے توّاب کے بعد رحیم نازل فرما کر ان نالائقوں کا رد فرمادیا کہ اے دنیا والو! اس فرقہ سے ہوشیار رہنا، بندوں کے توبہ کرنے کے بعد میرے ذمہ ان کی توبہ قبول کرنا قانوناً واجب نہیں ہوجاتا، میں اپنی شانِ رحمت کی وجہ سے انہیں معاف کردیتا ہوں۔

اَلْغَفُوْرُ کے بعد اَلْوَدُوْدُ نازل ہونے کا راز

میرے مرشدِ اوّل شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت:

﴿وَھُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ○﴾

(سورۃ البروج آیت:۱۴)

میں غفور کے بعد ودود نازل فرمایا ہے کہ ہم تم کو کیوں معاف کر دیتے ہیں؟ کیوں بخش دیتے ہیں؟ شانِ ودودیت کی وجہ سے۔ یعنی ہم تم کو مارے میا کے، مارے ممتا کے، مارے محبت کے بخش دیتے ہیں۔

تو کَلِمَتَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ یہ کلمے اللہ کے نزدیک محبوب ہیں اور خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ زبان پر نہایت ہلکے ہیں۔ امت کو یہ خیال ہوسکتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ عظیم الشان ہیں تو جو کلمے ان کو محبوب ہوں گے وہ بہت بڑے کلمہ ہوں گے، پتا نہیں ہم سے اٹھ سکیں گے یا نہیں؟ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ کہ یہ بڑے ہلکے پھلکے کلمے ہیں۔ اب یہ خیال ہوسکتا تھا کہ اگر یہ کلمے زبان پر ہلکے ہیں تو کہیں ترازو پر بھی ہلکے نہ ہوں تو فرمایا ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ قیامت کے دن یہ کلمے وزن میں بڑے ہی بھاری ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفتِ شکوریت بھی ہے۔

شکور کی تعریف

صفتِ شکوریت کے کیا معنی ہیں؟ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکور اس کو کہتے ہیں:

((اَلَّذِیْ یُعْطِی الْاَجْرَ الْجَزِیْلَ عَلَی الْاَمْرِ الْقَلِیْلِ))

(مرقاۃ کتاب الدعوات باب اسماء اللہ تعالیٰ، ج۵، ص۱۸۲، مکتبہ رشیدیہ)

جو تھوڑے سے عمل پر بیش بہا جزاء عطا کردے۔ میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کی شان تو دیکھو! اس کلمہ کو شکوریت کی صفت کی برکت سے وزنی فرمالیا۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شکور کی تعریف یہ ہے اَلَّذِیْ یُعْطِی الْاَجْرَ الْجَزِیْلَ عَلَی الْاَمْرِ الْقَلِیْلِ جو تھوڑے سے عمل پر بے شمار جزا دے دے اور پھر ایک واقعہ بیان کیا۔

أَنَّ رَجُلًا رُئِيَ فِي الْمَنَامِ، فَقِيلَ لَهُ: مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ فَقَالَ: حَاسَبَنِي، فَخَفَّتْ كِفَّةُ حَسَنَاتِي، فَوَقَعَتْ فِيهَا صُرَّةٌ، فَثَقُلَتْ، فَقُلْتُ: مَا هٰذَا؟
قَالَ: كَفُّ تُرَابٍ أَلْقَيْتَهُ فِي قَبْرِ مُسْلِمٍ

(مرقاۃ المفاتیح، ج۵، ص ۱۸۲، مکتبہ رشیدیہ)

ایک شخص کو مرنے کے بعد ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا، تو پوچھا مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ تیرے رب نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا حَاسَبَنِي رَبِّيْ میرے رب نے میرا محاسبہ شروع کر دیا، نیکیوں کے پلہ کے ہلکا ہونے سے میں ڈر گیا کہ میں دوزخ میں چلا جاؤں گا اچانک میری نیکیوں کے پلڑے میں دھم سے ایک تھیلی گری، اس کے بعد میری نیکیوں کا وزن بڑھ گیا اور میرے لئے مغفرت کا اعلان ہو گیا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا مَا هٰذَا يَا رَبِّيْ اے میرے رب! یہ کس چیز کی تھیلی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا هٰذَا كَفُّ تُرَابٍ أَلْقَيْتَهُ فِي قَبْرِ مُسْلِمٍ یہ وہ مٹی ہے جو تو نے ایک مسلمان بھائی کی قبر پر:

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى﴾

(سورۃ طٰہٰ، آیت:۵۵)

پڑھ کر ڈالی تھی، وہ مٹی میں نے قبول کر لی تھی، آج اس مٹی کی برکت سے تیری یہ مٹی قیمتی ہو گئی۔

شکر کر مٹی سوارت ہوگئی

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کی شرح

اس کے بعد ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اس کا ترجمہ بزبانِ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سن لیجئے، پھر مزہ آئے گا، آپ جب بھی پڑھیں گے لطف آنے لگے گا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے سُبْحَانَ اللّٰهِ

وَبِحَمْدِہٖ کا ترجمہ کیا ہے

اُنَزِّہُ اللہَ عَنْ جَمِیْعِ النَّقَآئِصِ وَ اُحَمِّدُہٗ بِجَمِیْعِ الْکَمَالَاتِ

(فتح الباری، ج۱۴، ص۴۵۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

یعنی اُسَبِّحُ اللہَ عَنِ النَّقَآئِصِ کُلِّھَا ہم اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں، پاکی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام برائیوں سے، تمام عیبوں سے پاک ہیں لیکن جب اللہ کی پاکی بیان کیجئے تو تصور کیجئے کہ ہماری پاکی بیان کرنے سے وہ پاک نہیں ہورہا ہے بلکہ اس کی پاکی بیان کرنے کی برکت سے ہم پاک ہورہے ہیں۔
مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں ؎

من نہ گردم پاک از تسبیح شاں
پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں

اے دنیا والو! جب تم سبحان اللہ کہتے ہو تو تمہارے پاک کہنے سے ہم پاک نہیں ہوتے، ہماری پاکی بیان کرنے کے صدقہ میں سبحان اللہ کہنے والے پاک ہوجاتے ہیں، ہماری پاکی بیان کرنے والے پاک ہوتے ہیں، ہم تو ازل تا ابد پاک ہیں۔ اس کے بعد ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اُحَمِّدُہٗ بِجَمِیْعِ الْکَمَالَاتِ یعنی مُشْتَمِلًا بِالْمَحَامِدِ کُلِّھَا یعنی اے اللہ! ہم آپ کی ایسی تسبیح بیان کرتے ہیں جو مشتمل ہے تمام محامد و تعریفوں پر۔

سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ کی شرح

اس کے بعد ہے سُبْحَانَ اللہِ الْعَظِیْمِ

وَوَصَّفَہٗ بِالْعَظِیْمِ لِاَنَّ الْعَظْمَۃَ الْکَامِلَۃَ مُسْتَلْزِمَۃٌ لِعَدَمِ النَّظِیْرِ وَ الْمَثِیْلِ وَ نَحْوِ ذٰلِکَ

(فتح الباری، ج۱۴، ص۴۵۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

یعنی اُسَبِّحُ اللّٰہَ بِحَسْبِ شَانِ عَظْمَتِہٖ ہم آپ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جیسا کہ آپ کی شانِ عظمت کا مقتضٰی ہے، جس کی کوئی مثال اور نظیر پیش نہیں کی جاسکتی۔

جو آ سکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پاسکیں لفظ و معانی

اسی طرح آپ ہماری طرف سے اس تسبیح کو اپنی شانِ عظمت کے مطابق قبول فرمایئے کیونکہ اس کلمہ کی محبوبیت کی نسبت رحمٰن کی طرف کی گئی ہے لہٰذا آپ بمقتضائے شانِ رحمتِ الٰہیہ اپنی شانِ عظمت کے مطابق اس کو ہماری زبان سے قبول فرمالیجئے گو حقیقت میں ہم آپ کی عظمت کے حقوق اور آداب کی رعایت کا حق ادا نہیں کرسکے لیکن آپ بتکلف ہماری تسبیح کو قبول فرمالیجئے۔

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۲۷)

تَقَبَّلْ باب تفعُّل سے لانے کا راز

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کعبہ شریف کی تعمیر کرچکے تو خدا سے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا کیوں عرض کیا؟ اس کے جواب میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں

فِیْ اِخْتِیَارِ صِیْغَةِ التَّفَعُّلِ اِعْتِرَافٌ بِالْقُصُوْرِ

(روح المعانی، ج۱، ص ۵۲۳، مکتبہ رشیدیہ)

اس آیت میں باب تفعل کے صیغہ کو استعمال کیا، تَقَبَّلْ بابِ تفعل سے ہے یعنی اللہ کے حضور اعتراف کرلیا کہ اے اللہ! آپ کا گھر جس شانِ عظمت کے ساتھ تعمیر ہونا چاہیے تھا تو آپ کا وہ حق ہم دونوں پیغمبروں یعنی حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام سے ادا نہیں ہوا، ہم اس میں قاصر ہیں، ہم دونوں پیغمبر اعترافِ قصور کرتے ہیں، اپنے قصور کے معترف ہیں اور آپ سے درخواست

کرتے ہیں کہ آپ ازراہِ کرم ہماری اس تعمیر کو قبول فرمالیجئے، گو یہ آپ کی شانِ قبولیت کے قابل نہیں لیکن آپ ازراہِ کرم قبول فرمایئے۔

اَلسَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ کے معنیٰ

اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ یعنی:

((اَلسَّمِیۡعُ لِدُعَآئِنَا وَالۡعَلِیۡمُ بِنِیَّاتِنَا))

(روح المعانی، ج:۱،ص:۵۲۳، مکتبہ رشیدیہ)

آپ ہماری دعاؤں کو سن رہے ہیں اور ہماری نیتوں کو جانتے ہیں کہ ہم نے آپ ہی کے لئے گھر بنایا ہے، اس میں کوئی دکھاوا نہیں ہے، اخلاص کے ساتھ صرف آپ ہی کے لئے یہ گھر بنایا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آخر میں نصیحت فرمائی ہے کہ جتنے ذاکرین ہیں ان کو ایک نصیحت کرتا ہوں جتنے سُبۡحَانَ اللہِ وَ بِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللہِ الۡعَظِیۡمِ پڑھنے والے ہیں، تہجد واشراق، اوابین، جتنی عبادت کرنے والے ہیں سن لیں کہ

هٰذِهِ الۡفَضَائِلُ الۡوَارِدَةُ فِیۡ فَضۡلِ الذِّکۡرِ اِنَّمَا هِیَ لِاَهۡلِ الشَّرَفِ فِی الدِّیۡنِ وَالۡکَمَالِ کَالطَّهَارَةِ مِنَ الۡحَرَامِ وَالۡمَعَاصِی الۡعِظَامِ فَلَا تَظُنَّ اَنَّ مَنۡ اَدۡمَنَ الذِّکۡرَ وَاَصَرَّ عَلٰی مَا شَآءَهٗ مِنۡ شَهَوَاتِهٖ وَانۡتَهَكَ دِیۡنَ اللہِ وَحُرُمَاتِهٖ اَنَّهٗ یَلۡتَحِقُ بِالۡمُطَهَّرِیۡنَ الۡمُقَدَّسِیۡنَ وَیَبۡلُغُ مَنَازِلَهُمۡ بِکَلَامٍ اَجۡرَاهُ عَلٰی لِسَانِهٖ لَیۡسَ مَعَهٗ تَقۡوٰی وَلَا عَمَلٌ صَالِحٌ

(فتح الباری، کتاب التوحید، ج۱۴ص۴۵۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مَنۡ اَدۡمَنَ عَلٰی ذِکۡرٍ جو ہمیشہ ذکر کرتا ہے تلاوت، دورد شریف یا اشراق وتہجد پڑھتا ہے لیکن گناہوں سے نہیں بچتا، جب عورتیں سامنے آتی ہیں مثلاً بھابھی

سامنے آ گئی اس کو دیکھ لیا، ماموں کی لڑکی، خالہ کی لڑکی، گاؤں میں جہاں شرعی پردہ نہیں ہے، سب خالہ زاد، ماموں زاد بہنیں سامنے آ جاتی ہیں، اُن سے باتیں کررہا ہے۔ آج رونا یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ جو تہجد قضا نہیں کرتے ان کے گھروں میں شرعی پردہ نہیں ہے۔

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے میری چشم تر نہیں

آج اس بات کا رونا ہے کہ پیری مریدی بھی چل رہی ہے اور گھروں میں شرعی پردہ نہیں ہے۔ ایک بھائی دوسرے بھائی کی بیوی سے بے پردہ بات چیت کرتا ہے، اس لئے پردہ شرعی کا اہتمام چاہیے۔ اُس کا دین ہرگز کامل نہیں ہے جو اِس گناہِ کبیرہ سے نہ بچے گا، غیر محرم عورتوں کو دیکھنا کس طرح سے جائز ہوگا؟ شرعی پردہ واجب ہے۔ اس لئے علماء سے مشورہ کیا جائے، بزرگوں سے مشورہ کیا جائے۔

ایک گناہ کو چھوڑ دینا سینکڑوں تہجد سے افضل ہے

تو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو ہمیشہ ذکر اللہ کرے لیکن گناہ نہیں چھوڑے، مثلاً غیبت نہیں چھوڑتا، رشوت نہیں چھوڑتا، عورتوں کو بُری نظر سے دیکھنا نہیں چھوڑتا، حسین لڑکوں کو بُری نظر سے دیکھنا نہیں چھوڑتا، ایسا شخص ولی اللہ نہیں ہوسکتا۔ آدمی عبادتوں سے ولی اللہ نہیں بنتا، ولی اللہ تقویٰ کی برکت سے بنتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۝﴾

(سورۃ الانفال، آیت:۳۴)

اولیاء اللہ صرف متقی بندے ہیں، جو گناہ نہیں چھوڑے گا وہ میرا ولی نہیں بن سکتا۔

اس لئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ایک گناہ کو چھوڑ دینا سینکڑوں تہجد سے افضل ہے، اِنہیں گناہوں کو چھوڑنے کے لئے اللہ والوں کا دامن پکڑا جاتا ہے، ان سے ہمتِ عمل نصیب ہوتی ہے۔

بدون صحبتِ اہل اللہ حصولِ علم کی مثال

میرے مرشدِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم جدہ سے مکہ مکرمہ کار میں جا رہے تھے، اختر بھی اس میں بیٹھا تھا جو اِس وقت آپ سے مخاطب ہے۔ مکہ مکرمہ سے تین میل پہلے ایک پیٹرول پمپ پر ایک ٹینکر دیکھا جس پر دس بیس ہزار گیلن پیٹرول لدا ہوا تھا، عربوں کے ٹرک بڑے بڑے ہوتے ہیں، اس ٹینکر کا ڈرائیور اترا اور پیٹرول پمپ والے سے کہا کہ تین چار گیلن پیٹرول ڈال دو، اس نے کہا کہ بیس ہزار پیٹرول تو تمہارے ٹینکر پر لدا ہوا ہے، اس نے کہا کہ پیٹھ پر لدا ہوا ہے لیکن اندر انجن میں نہیں ہے۔ سبحان اللہ! مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ دیکھو اگر دل کے انجن میں اللہ کے خوف کا پیٹرول نہیں ہے تو پیٹھ پر دس کروڑ کی لائبریری کی کتابوں کا علم لاد دو لیکن نہ خود اس کے دل پر اثر ہوگا نہ دوسروں پر اثر ہوگا، خود بھی بے مزہ رہے گا دوسروں کو بھی بے مزہ رکھے گا، نہ خود متاثر ہوگا، نہ مؤثر بن سکتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اہلِ خشیت کی صحبت، اہلِ محبت کی صحبت اختیار کرو۔ اگر کسی بزرگ میں آثارِ خشیت محسوس ہوں، پہلے اپنی آنکھوں سے دیکھو ورنہ دوسرے محققین کی آنکھیں لگالو، شیخ کے بارے میں اچھی طرح معلوم کر کے ہاتھ دو، ایسے ہی نہیں کہ بس آنکھیں بند کر کے ہاتھ دے دیا، اس میں آثارِ خشیت دیکھو، آثارِ محبت دیکھو، وقت کے بڑے بڑے محققین اور علماء سے

مشورہ کرکے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دو۔

معاصی کے ساتھ عبادات کرنے والے کی مثال

اس کے بعد انجینئر انوار الحق صاحب نے جو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ ہیں اور اس وقت گاڑی بھی چلا رہے تھے ائر کنڈیشن چالو کردیا کیونکہ گرمی بہت شدید تھی، مگر کار میں گرمی ہی رہی، ٹھنڈک نہیں آرہی تھی، انہوں نے کہا کہ کہیں شیشہ تو نہیں کھلا ہوا ہے، معلوم ہوا کہ شیشہ کھلا ہوا تھا، جب گاڑی کا شیشہ بند کروایا گیا تو ائرکنڈیشن کی ٹھنڈک آنے لگی۔ شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ جو لوگ اپنے دل میں اللہ کے ذکر، تلاوت، اشراق اور اوّابین کا ائرکنڈیشن چالو کرتے ہیں مگر گناہوں کا شیشہ بند نہیں کرتے یعنی اپنی آنکھوں کا شیشہ نہیں بند کرتے بدنگاہی کی بیماری سے، کان کا شیشہ نہیں بند کرتے غیبت اور گانا بجانا سنتے ہیں، زبان پر تقویٰ کا شیشہ نہیں چڑھاتے جہاں بھی جو چاہا منہ سے نکال دیا، غرض ہاتھوں سے، لبوں سے، ہونٹوں سے سارے اعضاء پر تقویٰ کا شیشہ نہیں چڑھاتے تو ان کو عبادت کی پوری ٹھنڈک نہیں ملتی۔

ذکر اللہ سے اطمینانِ کامل کب نصیب ہوگا؟

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کا اطمینانِ کامل جب نصیب ہوگا جب اوپر، نیچے، دائیں، بائیں ہر طرف ذکر ہو، خالی زبان کا ذکر کافی نہیں ہے، ذکر اتنا ہو کہ سر کے اوپر بھی ذکر ہو، دائیں بھی ہو ذکر کا نور، اوپر، نیچے، دائیں، بائیں ہر طرف ہو، جو بدنظری کے گناہ میں مبتلا ہیں تو ان کی آنکھوں کا ذکر غائب ہوگیا، پھر کیسے چین

ملے گا۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو ہمیں عطا کردے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر، نیچے، میری رگوں میں، میری ہڈیوں میں، میرے بال بال میں، یہاں تک کہ مجھے خود نور بنادے۔ تو یہ دائیں بائیں کا نور کیوں مانگا؟ اس لئے کہ دائیں بائیں ذرا سا بھی کوئی گناہ ہوگیا تو اس جگہ کا نور نہیں رہے گا، اطمینان چھن جائے گا۔ پھر تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی دلیل عجیب بیان کی، فرماتے ہیں:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

(سورۃ الرعد، آیت:۲۸)

آج بہت سے لوگ ذکر کرتے ہیں لیکن اطمینانِ قلب سے محروم ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کا کچھ حصہ ذکر اللہ کے پانی سے کھلا ہوا ہے، ہماری روحیں اور دل اللہ تعالیٰ کے دریائے قرب کی مچھلیاں ہیں۔

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری روحیں اللہ کے دریا کی مچھلیاں ہیں، اللہ والے ذکر اللہ کے گہرے پانی میں رہتے ہیں، تو فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ کا پورا اطمینان اس وقت نصیب ہوگا جب مچھلی کی طرح رہو گے، مچھلی تھوڑے پانی میں نہیں رہتی، گہرے پانی میں رہنا پسند کرتی ہے تاکہ اگر حوادثِ زمانہ سے اوپر کا پانی گرم ہوجائے تو نیچے ٹھنڈے پانی میں چلی جاتی ہے، ورنہ بے ہوش ہوجائے گی۔ دوسری بات یہ کہ مچھلی اپنے جسم کے کسی حصے کو پانی سے دور رکھنا نہیں چاہے گی، اگر اس کا سارا حصہ پانی میں ہے لیکن اس کی کھوپڑی یعنی سر پانی سے خارج ہے تو پھر بھی اس کو پورا اطمینان نصیب نہیں ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ اسی طرح ذکر اللہ ہے، سر سے لے کر پیر تک سارے

اعضاء ذکر اللہ میں مشغول ہوں، کوئی عضو گناہ میں مشغول نہ ہو تو فرماتے ہیں،
اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ کے معنی اَلَا فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ ہے،

کَمَا اَنَّ السَّمَکَۃَ لَا تَطْمَئِنُّ بِالْمَآءِ بَلْ فِی الْمَآءِ

(تفسیر مظھری، ج۷، ص۴۰، مکتبہ رشیدیہ)

مچھلی پانی میں سکون پاتی ہے، پانی کے ساتھ سکون نہیں پاتی کیونکہ مچھلی کے تین حصے پانی میں ہیں اور تھوڑا سا حصہ پانی سے باہر ہے تو وہ بِالْمَآءِ ہے یا نہیں؟ لیکن وہ فِی الْمَآءِ یعنی پانی میں غرق نہیں ہے لہٰذا جو لوگ اپنے آپ کو گناہوں میں بھی ملوث رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دریائے ذکر میں پوری طرح غرق نہیں ہیں کیونکہ وہ اپنے جسم کا کچھ حصہ باہر رکھتے ہیں لہٰذا انہیں سکونِ کامل، اطمینانِ کامل نصیب نہیں ہوسکتا۔ تو سوچ لیجیے کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ میں ''با'' جو ہے یہ معنی میں فِیْ کے ہے اور مثال بھی کیا عمدہ ہے تو مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اَنَّ السَّمَکَۃَ لَا تَطْمَئِنُّ بِالْمَآءِ بَلْ فِی الْمَآءِ مچھلی پانی میں ڈوب جاتی ہے، اگر اس کا بال برابر حصہ بھی کھلا رہے تو مچھلی تڑپ جاتی ہے، سوکھنے لگتی ہے اور جو حصہ پانی میں ہے وہ بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے تعبیر کرنے کی وجہ

یہ چند باتیں اس لئے عرض کر دیں کہ اخلاصِ نیت بھی ضروری ہے اور ہم پر حالتِ ذکر کا غلبہ بھی ضروری ہے۔ اور میرے مرشدِ اوّل حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بات اور فرمائی تھی کہ:

﴿فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

(سورۃ النحل، آیت:۴۳)

اللہ تعالیٰ نے اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے تعبیر فرمایا ہے، تو جس کا نام ہی اہلِ ذکر ہو وہ ظالم بھی ذکر سے غافل ہو جائے تو پھر وہ بہت ہی ظالم ہے۔ اللہ نے اہلِ علم کو

اہلِ ذکر سے تعبیر فرمایا یعنی تم لَا تَعْلَمُوْنَ ہو تو اہلِ ذکر سے پوچھ لو اس کے معنی یہ کہ یہ لوگ یَعْلَمُوْنَ ہیں، اگر دونوں لَا یَعْلَمُوْنَ ہوں تو اندھا اگر اندھے کی لاٹھی پکڑے گا تو دونوں گڑھے میں گریں گے۔

اہلِ علم حضرات کو تزکیۂ نفس و اصلاح اخلاق کی بہت زیادہ فکر کرنی چاہیے

لہٰذا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں

اَلْمُرَادُ بِاَھْلِ الذِّکْرِ اَلْعُلَمَآءُ بِاَخْبَارِ الْاُمَمِ السَّالِفَةِ

(روح المعانی، ج۱۴، ص۵۲۰، مکتبہ رشیدیہ)

شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل ذکر سے مراد اہل علم ہیں، جاہل نہیں ہیں اور اہلِ علم کو اہلِ ذکر سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ قیامت تک جتنے علماء ہیں ان کے کان کھڑے ہوجائیں، وہ غور سے سن لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اہلِ ذکر سے تعبیر فرمایا ہے لہٰذا ہم پر شانِ ذکر کو غالب رہنا چاہیے کہیں ہم غفلت میں مبتلا نہ ہوجائیں کیونکہ اگر عالم بگڑتا ہے تو امت بگڑ جاتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سوکھی روٹی بگڑ جائے تو بدبو کم پیدا ہوتی ہے لیکن اگر پلاؤ بگڑ جائے تو اس میں بدبو زیادہ پیدا ہوتی ہے اور حکیم الامت مزید نزول کر کے مثال بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص پلاؤ بریانی کھائے اور پیٹ میں بدہضمی ہوجائے اور اس کی ریاح نکلے تو وہ زیادہ بدبودار ہوگی لیکن اگر کسی نے سوکھی روٹی چٹنی کھائی ہے تو اس کی ریاح میں اتنی زیادہ بدبو نہیں ہوگی۔

تو فرماتے ہیں کہ علماء کو اپنی بہت زیادہ فکر رکھنی چاہیے۔ ہم سب طالب علموں کو، اختر بھی اس میں شامل ہے، ہم سب کو اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا

کرنی چاہیے، ختم بخاری شریف کا موقع ہے، دعا کی قبولیت کا موقع ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے طلبہ کرام کو، علماء کرام کو، اختر کو، میرے سب سامعین کو، حاضرین کرام کو جتنا مجمع موجود ہے اللہ تعالیٰ سب کو اپنے اولیائے صدیقین میں شامل فرمالیں۔

دستار بندی مغرب کی نماز کے بعد ہوگی کیونکہ اس وقت دعا کرنے کا تقاضا ہو رہا ہے لہٰذا مختصر سی دعا کر لیتا ہوں۔ دعا کیجئے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہم سب کے دلوں میں اخلاص پیدا کر دے اور ہم پر شانِ ذکر کو غالب فرما دے اور اللہ تعالیٰ ان طلبہ کرام کے صدقہ میں، علماء کرام کی برکتوں سے، معاونینِ مدرسہ، منتظمین کی تمام خدمات کو قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے، بخاری شریف کی برکت سے ہم سب کو اپنا مقبول بندہ بنالے، اپنا محبوب بنالے، ہمارے اندر جو خرابیاں ہیں ان کی اصلاح فرمائے، اے اللہ! آپ ہم کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں:

((اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنَا فَاِنَّکَ بِنَا عَالِمٌ وَلَا تُعَذِّبْنَا فَاِنَّکَ عَلَیْنَا قَادِرٌ))

(کنز العمال، کتاب الاذکار، باب الدعاء، رقم الحدیث ۵۱۲۶)

اللہ تعالیٰ آپ ہم سے باخبر ہیں، ہمارے قلوب میں اگر اخلاص کی کمی ہے، ہمارے اندر جو بھی کمی ہیں آپ ان سے پورے پورے باخبر ہیں، آپ ہماری جھولیوں کی طرف، ہم فقیروں کی جھولیوں کی طرف اپنی رحمت اور کرم کا ہاتھ بڑھائیے،

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما

ہماری زنبیلوں کی طرف اپنا دستِ کرم بڑھائیے، ہم سب کو اپنا مخلص بندہ بنالیجئے، اللہ والا بنا دیجئے، اخلاص والا بنا دیجئے۔

یا اللہ ہم سب کا تزکیہ فرما دیجئے اور ہم سب کے نفس کی اصلاح فرما دیجئے، جتنے گناہ ہیں سب کو چھوڑ دینے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ یا اللہ! جس

طرح آپ کے اولیاء دنیا میں زندہ رہتے ہیں وہ زندگی ہم سب کو اپنی رحمت سے عطا فرما دیجئے۔ یا اللہ! جو آپ کے دشمن اور آپ سے غافل ہیں، جو آپ کی نافرمانی میں زندگی گذارتے ہیں تو اپنے نافرمانوں کی زندگی سے ہماری زندگی کو بہت دور فرما دیجئے اور ہماری زندگی کو اپنی نافرمانی سے محفوظ فرما دیجئے، اپنی محبت اور اپنا یقین ہمیں نصیب فرما دیجئے۔

آپ اولیائے صدیقین کے سینوں میں جو کچھ بھی نصیب فرماتے ہیں وہ ایمان و یقین و خشیت وہ سارے اخلاق، اپنے کرم سے ہم کو بھی عطا فرمائیے کیونکہ کریم کی تعریف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ایک محدّث عظیم نے فرمائی ہے کہ

اَلْکَرِیْمُ هُوَ الَّذِیْ یُعْطِیْ بِغَیْرِ الْاِسْتِحْقَاقِ وَ بِدُوْنِ الْمِنَّةِ

(مرقاۃ المفاتیح، ج۳، ص۳۷۱، مکتبہ رشیدیہ)

کریم وہ ہے جو بلا حق دے دے، بلا صلاحیت دے دے، بلا لیاقت دے دے۔

یا اللہ! اگرچہ ہم نااہل ہیں لیکن آپ اپنی رحمت سے، شانِ کریم ہونے کے صدقہ میں بلا استحقاق ہم سب کا تزکیہ فرما دیجئے، بلا استحقاق اور بلا حیثیت کے ہم سب کو اللہ والا بنا دیجئے، بلا اہلیت کے ہم سب کو اولیائے صدیقین میں داخل فرما دیجیے، ہم میں سے جس کی جو بھی حاجت ہو اسے پورا فرما دیجئے، ہم میں سے جو بیمار ہیں، میرے دوستوں کو اور ہم میں سے جس کے بیوی بچے یا رشتہ دار بیمار ہوں اللہ ہم سب کو شفا عطا فرما دے، جسمانی شفا بھی عطا فرما دے اور روحانی شفا بھی عطا فرما دے۔

یا اللہ! پریشانی اور دکھ کو عافیت سے تبدیل فرما دے، ہم سب کو عفو بھی عطا فرمائیے، عافیت بھی عنایت فرمائیے، جو نادانی سے دشمنی کر رہے ہیں، جو نادانی سے حسد کر کے اپنے مسلمان بھائیوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں یا اللہ! ان کو

ہدایت عطا فرما دیجئے، ان کی نادانی دور فرما دیجئے، ان کی ایذاء رسانی سے ہمیں نجات عطا فرما دیجئے اور اگر آپ کے علم میں ان کی ہدایت منظور نہیں تو اپنے غیب کے ڈنڈے سے ان کو مغلوب و مقہور کر کے ان کو مطرود فرما دیجئے۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے تمام مسلمان بھائیوں کو محبت سے رہنے کی توفیق نصیب فرمایئے، ہمارے دلوں کو جوڑ دیجئے، ہمارے اختلافات کو دور فرما دیجئے۔ یا اللہ! پورے بنگلہ دیش کی غریبی دور فرما دیجئے، یہاں ایسا پیٹرول، ایسی گیس عطا کر دیجئے کہ یہ ملک ترقی یافتہ ہوجائے، یہاں کے غریب مسلمان کے پاس ایمان کی دولت کے ساتھ ساتھ دنیاوی دولت بھی اتنی ہو کہ دنیا میں کسی سے کم نہ رہیں۔ اللہ ان کو دنیاوی طور پر بھی مضبوط کر دے، ایمان اور اسلام بھی عطا کر دے، ساتھ ساتھ غریبی بھی دور کر دے، دنیاوی دولت بھی عطا کر دے۔ اے اللہ! اپنی رحمت سے اس ملک کو ترقی یافتہ ملکوں میں شامل کر دے، جتنے مسلمان ملک ہیں انہیں کافر ملک کا محتاج نہ بنایئے۔ دنیا میں سب کو اللہ ایمان اور اسلام کے اعتبار سے بھی مضبوط فرمایئے اور اقتصادی اور مادّی طور سے بھی مضبوط فرمایئے تاکہ دنیائے کفر ہم کو حقیر نگاہوں سے نہ دیکھے۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہم سب کو تقویٰ کی دولت نصیب فرما دیجئے، فاسقانہ حیات سے نجات نصیب فرما دیجئے، اے خدا! تیری نافرمانی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی خسارہ نہیں ہے، دنیا میں کوئی خسارہ نہیں جیسا آپ کی نافرمانی میں خسارہ ہے۔ یا اللہ! شیطان و نفس کی غلامی سے بچا کر آپ ہمیں خرید لیجئے، خرید کر اپنا بنا لیجئے، سو فیصد اپنی غلامی نصیب فرما دیجیے، دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی نعمتوں سے مالا مال فرما دیجیے، آمین۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا

نَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ
وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ، اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِیْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَّا تَشَآءُ
مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ فَاَسْعِدْنَا فِی الدَّارَیْنِ وَ کُنْ لَّنَا وَلَا تَکُنْ عَلَیْنَا
وَانْصُرْنَا وَلَا تَنْصُرْ عَلَیْنَا وَاَعِذْنَا مِنْ هَمِّ الدَّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ
وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِیُّكَ
مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِیُّكَ
مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْكَ الْبَلَاغُ وَلَا
حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ
وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ